احسن التوضیح
فی
مسئلۃ التراویح

مصنف

حضرت مولانا مشتاق احمد علیہ الرحمۃ

حسب الحکم

حقائق آگاہ فقاہت دستگاہ حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ
امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ بانی جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد الہند

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین

بفضل خالق الارض والسّمٰوات جاعل النور والظلمات رسالۂ عجیبہ یعنی

احسن التوضیح فی مسئلة التراویح

مصنف

مولانا مولوی مشتاق احمد رحمہ اللہ الواہب

حسب الحکم

حقائق آگاہ فقاہت دستگاہ حضرت العلامہ عارف باللہ خان بہادر

شیخ الاسلام الحافظ امام محمد انوار اللہ الفاروقی فضیلت جنگ قدس اللہ سرہ العزیز

بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔ الہند

بحسن تعاون: جماعت عالم سندی ۱۴۳۶ھ م ۲۰۱۵ء

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴ تلنگانہ (الہند)

نام کتاب	:	احسن التوضیح فی مسئلۃ التراویح
نام مصنف	:	مولانا مشتاق احمد رحمۃ اللہ علیہ
حسب الحکم	:	معلیٰ الالقاب مولانا و مقتدانا شیخ الاسلام والمسلمین حاجی حافظ محمد انوار اللہ فاروقی نور اللہ مرقدہ
سنہ اشاعت	:	جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ م مارچ ۲۰۱۵ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۲۰ بیس روپئے
کمپیوٹر	:	محمد عبد الواجد متعلم عالم دوم جامعہ نظامیہ
مطبع	:	ابوالوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ 9390045494
بحسن تعاون	:	طلبہ عالم دوم ۱۴۳۶ھ م ۲۰۱۵ء
ناشر	:	مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد

پتہ

مجلس اشاعت العلوم، جامعہ نظامیہ

حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴ تلنگانہ (الہند)

فون: ۲۴۵۷۶۷۷۲/ ۲۴۴۱۶۸۴۷ فیاکس: ۰۰۹۱ ۴۰ ۲۴۵۰۳۲۶۷

...... فہرست ......

سلسلہ نشان | صفحہ نمبر

فصل اول

فصل دوم

خاتمہ دیگر تحقیق انیق متعلق مسئلۂ تراویح میں

......تقریظ......

مفتی اعظم ہند فقیہ الاسلام حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد عظیم الدین** نقشبندی مجددی قادری دامت برکاتہم مفتی جامعہ نظامیہ

نحمده ونصلی ونسلم علی حبیبه الکریم!

اما بعد ،احسن التوضیح فی مسئلۃ التراویح'' کے نام سے ایک کتاب تقریباً سوسال قبل حضرت مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب نے حسب الحکم شیخ الاسلام مولانا ومقتدانا حضرت شاہ محمد انوار اللہ الفاروقی نور اللہ مرقدہ؛ موسس جامعہ نظامیہ تالیف فرمائی تھی جونفس مضمون اوراصل مسئلہ پراعتبارودرجۂ اسناد کی حامل ہے۔عرصۂ دارز سے نایاب وکمیاب ہوگئی تھی اب بانی جامعہ نظامیہ کے صد سالہ عرس سراپا قدس کے موقع پراس کی اشاعت جدید عمل میں آرہی ہے ۔جماعت عالم سندی جامعہ نظامیہ کے باحوصلہ طلبہ اس کارِخیر میں مدد ومعاون ہیں اللہ پاک ،مصنف، ناشر،معاونین وقارئین سبھی کواس کے فیض سے سرفراز فرمائے اوراعتراف حقیقت کے لئے شرح صدر فرمائے ۔امین بجاہ طٰہٰ ویسین والحمدللہ رب العلمین۔فقط

مفتی محمد عظیم الدین

مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد

المرقوم:۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ م ۱۲/مارچ ۲۰۱۵ء

......تقریظ......

زین الفقہاء مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا **مفتی خلیل احمد** دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ ورکن معزز مسلم پرسنل لا بورڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ الطیبین واصحابہ الاکرمین اجمعین اما بعد

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے پاس تراویح کے بیس رکعات ہیں اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے زمانے سے شرقاً وغرباً تعامل رہا ہے لیکن بعض فرقے اس کے منکر ہیں اور وقتاً فوقتاً انتشار پھیلاتے ہیں اور مسلمانوں کے ذہن کو مسموم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی لئے حضرت شیخ الاسلام نے مولانا مشتاق احمد صاحب کو حکم فرمایا کہ مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق اس کی تحقیق پیش کی جائے تاکہ عامۃ المسلمین اغیار کے دام فریب میں نہ آئیں ۔اسی بناء پر یہ کتاب لکھی گئی ہے اور ایک سو سال سے زائد عرصہ قبل اس کی اشاعت عمل میں آئی تھی اب طلبۂ عالم دوم اس کی اشاعت کا بیڑہ اٹھائے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔**فقط**

مفتی خلیل احمد
شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ

المرقوم ۱۴۳۶ھ ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۱/ مارچ ۲۰۱۵ء

●......تقریظ......●

از: عمدۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا **محمد خواجہ شریف** صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ و بانی المعہد الدینی العربی

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین و من تبعھم باحسان اِلی یو م الدین ، اما بعد:

''احسن التوضیح فی مسئلۃ التراویح'' سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف منیف ہے جس کو حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ صدر الصدور بانی جامعہ نظامیہ کے حکم سے اس کو تالیف فرمایا جو نماز تراویح سے متعلق ہے' ائمہ اربعہ اور تمام علماء اہلسنت والجماعت کے نزدیک نماز تراویح بیس رکعات ہیں اور یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نماز تراویح کے بیس رکعات مسنون ہونے پر عہد فاروقی میں اجماع صحابہ بھی ہو چکا۔ اسی پر قرن اول سے امت کا توارث وتعامل چلا آیا ہے۔ چنانچہ آج تک حرمین شریفین میں بیس رکعات تراویح پر عمل درآمد ہے۔ خلفائے راشدین

کی سنتیں بھی اُمت کے نزدیک حجت اور سند ہیں ۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین ، عضوا علیھا بالنواجذ ، ؟اس کتاب میں مصنف علام نے احادیث وآثارِ صحابہ واقول تابعین اور تصریحات فقہاء کا شافی ووافی ذخیرہ فراہم کیا ہے‘ سلیم الطبع‘ حقیقت پسندوں کیلئے یہ کتاب ذریعہ ہدایت ہے۔

ہر سال رمضان المبارک کے موقعہ پر بعض گوشوں سے اس مسئلہ میں غیر ضروری اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے طلبۂ عالم دوم (۱۴۳۵ھ۔۱۴۳۶ھ) نے اس کتاب ی طباعت کا بیڑہ اٹھایا ہے اللہ تعالی ان کی اس مسعود کوشش کو قبول اور افادہ عام فرمائے۔آمین۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه أجمعین ۔

خیر طلب وخیر اندیش

محمد خواجہ شریف

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ

المرقوم: ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ م ۱۴/ مارچ ۲۰۱۵ء

احسن التوضیح

فی

مسئلة التراویح

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمد الله تعالیٰ علیٰ ما ھدانا للا سلام ونصلی علیٰ رسوله سید الانام وعلیٰ آله وصحبه البررة الکرام .

امّا بعد! احقر عباداللہ القوی عاصی مشتاق احمد حنفی حسبِ ارشادِ واجب الانقیادِ بعض بزرگانِ ذی اعتماد تحقیق و تنقیح تعداد رکعات تراویح میں چند اوراق تحریر کرتا ہے۔

پس واضح ہو جہاں تک منکرین بیس رکعات تراویح کے رسائل احقر کی نظر سے گزرے، ان سے اس قدر تو معلوم ہوا کہ نفس تراویح کے مسنون ہونے میں ان کو بھی شک نہیں، صرف تعداد رکعات میں نزاع ہے۔

اکثر مقلدین مذاہب اربعہ حسب ثبوت مواظبت خلفائے راشدین وتر کے سوا بیس رکعت ادا کرتے ہیں بجز بعض مالکیہ کے سو، وہ موافق عمل اہل مدینہ چھتیس یا اکتالیس پڑھتے ہیں لیکن اس میں وہ بھی متفق ہیں کہ منجملہ چھتیس یا اکتالیس کے بیس مسنون اور

باقی مستحب ہیں۔ منکرین بیس رکعات تراویح، آٹھ رکعات کے قائل ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اول تو مواظبت خلفائے راشدین بیس رکعت پر ثابت نہیں ہوتی اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو سنت حضرت نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم یعنی آٹھ رکعت کو چھوڑ کر سنت خلفائے راشدین یعنی بیس رکعات پر عمل کرنا درست نہیں لہذا بجواب منکرین احقر اس مختصر رسالہ کو دو فصل اور ایک خاتمہ میں تقسیم کرتا ہے۔

فصل اوّل۔ ثبوتِ مواظبت خلفائے راشدین کے بیان میں۔

فصل دوّم۔ سنت خلفائے راشدین کو ضروری العمل جاننے کے بیان میں۔

خاتمہ۔ دیگر تحقیق انیق متعلق مسئلہ تراویح میں۔ **واللہ ولی التوفیق والرشاد وعلیہ الاعتماد فی المبدء والمعاد۔**

ثبوتِ مواظبت خلفائے راشدین کے بیان میں

پہلی حدیث: موطا امام مالک باب قیام رمضان میں تیئس رکعات کے ساتھ مع طول **قراءۃ** کے۔ **مالک** عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ۔ ترجمہ روایت کرتے ہیں امام مالک یزید بن رومان سے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سب آدمی (صحابی وتابعین) رمضان شریف میں تیئس رکعات پڑھتے

تھے۔اس حدیث پر منکرین بیس رکعات تراویح یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ متصل نہیں، منقطع ہے۔یعنی یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا۔

جواب اول تو یہ ہے کہ مرسل ثقہ، امام شافعی کے سوا ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد بن حنبل اور اکثر محققین کے نزدیک مقبول اور حجت ہے۔شرح صحیح مسلم میں ہے **ومذهب مالک وابی حنیفة واحمد واکثر الفقهاء انه یحتج به** اور یزید بن ورمان کی بابت تقریب التہذیب صفحہ ۲۸ میں یہ لکھا ہے **یزید بن رومان المدنی مولی آل الزبیر ثقة من الخامسة**۔لہذا یہ حدیث مرسل ثقہ اکثر ائمہ اہل سنت کے نزدیک حجت ہوئی۔اور منکرین بیس رکعات تراویح اکثر کے خلاف ہی چلیں تو پھر۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب حدیث مرسل کو دوسری مرفوع یا مرسل حدیث یا عمل صحابہ سے تائید ہو، وہ مرسل امام شافعی کے نزدیک بھی حجت ہے۔اور ثبوت بیس رکعات تراویح میں حدیث مرفوع متصل بیہقی جو آگے نقل ہوگی، اس کی موید ہے۔نیز عمل صحابہ اسی پر ہے لہذا اب یہ حدیث مرسل بوجہ تائید دیگر حدیث مرفوع و عمل صحابہ چاروں امام اور جمہور علما کے نزدیک حجت ہوئی۔امام نووی شافعی فرماتے ہیں **ومذهب الشافعی انه اذا انضم الی المرسل ما یعضده احتج به وذالک بان یروی مسندا او مرسلا من جهة اخری او عمل به بعض الصحابة او اکثر العلماء**[1]

تیسرا جواب یہ ہے کہ مراسیل مؤطا محدثین کے نزدیک دوسرے طریق اسناد سے متصل ہیں جن بعض محدثین نے مرسل کو حجت نہیں گردانا، مراسیل مؤطا اس سے مستثنیٰ ہیں۔

---

[1] شرح صحیح مسلم شریف صفحہ ۹

حجۃ اللہ البالغہ میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: اتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیه صحیح ما فیه صحیح علی رایٔ مالک ومن وافقه واما علیٰ رای غیر ہ فلیس فیه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخریٰ فلا جرم انها صحیحة من هذاا لوجه . **ترجمه** :اہل حدیث کا اتفاق ہے اس امر پر کہ جو کچھ احادیث مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہیں، وہ سب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اوران کے موافقین کے نزدیک صحیح ہیں اور دوسروں کے نزدیک اس وجہ سے صحیح ہیں کہ مؤطا میں جس قدر مرسل اور منقطع احادیث ہیں وہ طرق دیگر سے متصل ہیں۔

اور مصفیٰ (صفحہ ۷۰) میں حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ سیوطی زیادہ کردہ است بر حافظ ابن حجر و گفتہ است کہ مرسل و منقطع حجت است نزدیک مالک وسائر آنانکہ موافق اویند دریں مسئلہ وہمچنیں حجت شد نزدیک ما (یعنی شافعیاں) وقتیکہ معتضد شد بروایت مرفوعہ یا موقوف صحابی ودر مؤطا ہیچ مرسل نیست مگر کہ معتضد است بروایات مرفوعہ بہماں لفظ یا بمعنی آں پس صواب آنست کہ گفتہ شود کہ مؤطا صحیح است نزدیک جمیع. انتہیٰ بلفظہ۔

دوسری حدیث صحیح متصل جو روایت کی بیہقی نے۔لفظ اس کے یہ ہیں۔ عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر فی شهر رمضان بعشرین رکعة ۔روایت ہے سائب بن یزید صحابی سے' کہا: کھڑے ہوتے تھے زمانۂ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں مہینے رمضان میں ساتھ بیس رکعتوں کے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی نسبت جہاں تک معلوم ہوا منکرین بیس رکعات

تراویح کوئی باقاعدہ اعتراض نہیں کرسکے۔ بے دلیل عدم صحت حدیث ہذا کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دعویٰ عدم صحت اس حدیث کا منکرین کی جانب سے اس وقت درست ہوتا کہ باقاعدہ راویوں پر جرح کرتے یا کسی معتبر کتاب سے اس حدیث بیہقی کا نہ صحیح ہونا نقل کرتے۔، دوحال سے خالی نہیں یا بیہقی ان کی نظر سے نہیں گذری مگر اس جہل کا دوسروں پر الزام کیسا؟ اور جن مشائخ نے اس حدیث کا صحیح ہونا بتلایا ان پر بدگمانی کی کیا وجہ؟ یا نظر سے گذری ہو اور کوئی وجہ جرح کی معلوم نہ ہوئی ہو پھر دانستہ صحیح کو غیر صحیح قرار دینا کمال بے دینی ہوگی۔ ہم سے اگر دریافت کریں کہ صحت اسناد حدیث بیہقی کس طرح معلوم ہوئی؟ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ حسب اقرار مشائخ محدثین ہم نے صحت کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی رسالۂ مصابیح میں فرماتے ہیں۔ **وفی سنن البیهقی وغیره باسناد صحیح عن السائب بن الیزید الصحابی الخ** . اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سے فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی نے ان الفاظ سے نقل کیا۔ **وفی ارشاد الساری روی البیهقی فی سننه باسناد صحیح الخ.** اور محدث فقیہ علامہ محمد ابراہیم حلبی ''کبیری'' میں فرماتے ہیں **وللجمهور ما رواه البیهقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید الخ.** اور سرآمد محدثین علامہ بدرالدین عینی شرح کنز میں فرماتے ہیں **ولنا ماروا ه البیهقی باسناد صحیح الخ** . اور مولانا شاہ عبدالعزیز رسالۂ استفتاء تراویح بیس رکعت میں یہ الفاظ لکھتے ہیں **کماروی البیهقی باسناد صحیح عن السائب بن یزیدالخ۔**

غرض تمام محققین فقہا و محدثین نے روایت بیس رکعات تراویح بیہقی کی اسناد صحیح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اگر بمقابلہ ان مشائخ کبار کے منکرین بیس رکعات تراویح

کی ایک معتبر کتاب سے یہ جملہ نقل کر کے دکھاتے کہ اسنادروایت بیہقی صحیح نہیں تب ان کو لانسلم کہنے کی گنجائش تھی۔ واذلیس فلیس .علاوہ ازیں شرح موطا میں ابن عبدالبر اکیس رکعات کی تراویح کی روایت کوصحیح بتلاتے ہیں۔ کما فی الزرقانی. اس سے بھی ہمارادعوی (یہ جواب الزاما منکرین کو بسبب ایک رکعت ہونے کے وتر ان کے نزدیک ایک سخت مسکت ہے) بیس رکعات تراویح ثابت ہے اور ابن عبدالبر حجت ہیں فن حدیث میں، جیساواقفان علم حدیث پر ظاہر ہے۔

تیسری حدیث : علامہ احمد بن تیمیہ نے منہاج السنہ[1] میں نقل کی ہے، الفاظ اس کے یہ ہیں **وعن عبد الرحمن السلمی ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة و کان علیا یوتر بهم**۔روایت ہے، ابی عبدالرحمٰن سلمی سے کہ تحقیق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلایا قاریوں کو رمضان میں اور ایک کو حکم دیا کہ بیس رکعات تراویح پڑھائے اور خود وتر پڑھاتے تھے۔

واضح ہو کہ علامہ احمد بن تیمیہ نے منہاج السنہ روافض کی تردید میں لکھی ہے اور یہ حدیث۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اس موقع پر نقل کی ہے جہاں روافض کے اس طعن کو اٹھایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بیس رکعات تراویح مقرر کر کے اسلام میں بدعت پیدا کی۔علامہ موصوف نے ثابت کر دیا کہ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ویسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح کا پڑھنا ثابت ہے۔

چوتھی حدیث: مصنف[2] ابن ابی شیبہ میں ہے **عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالمدینة عشرین رکعة**۔روایت ہے عبدالعزیز

[1] تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۹، [2] رسالہ غایۃ التنقیح صفحہ ۲۶ مولانا سید محمد علی

بن رفیع سے کہ انہوں نے کہا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینۂ منورہ میں بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔

پانچویں حدیث: کتاب مغنی[1] سے علامہ حلبی نے نقل کی ہے **عن علی انه امر رجلا ان یصلی بهم فی رمضان بعشرین رکعة .** روایت کی گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ حکم دیا آپ نے ایک شخص کو کہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

چھٹی حدیث: مرقات شرح مشکوۃ[2] میں بیہقی سے نقل ہے۔ **وروینا عن شبرمة بن شکل و کان من اصحاب علی رضی الله عنه انه وروینا عن شبرمة بن شکل و کان من اصحاب علی رضی الله عنه انه کان یؤمهم فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعات.** اور روایت پہنچی ہے ہم کو شبرمہ بن شکل سے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب سے تھے کہ وہ رمضان میں امامت کرتے بیس رکعات کی اور پانچ ترویحات پڑھاتے۔

ساتویں حدیث: مصنف ابن ابی شیبہ کی[3] **عن عطاء قال ادرکت الناس یصلون ثلاثا وعشرین رکعة بالوتر .** روایت ہے عطاء تابعی سے کہا، پایا میں نے لوگوں کو پڑھتے تھے تئیس رکعتیں مع وتر کے۔

آٹھویں حدیث: مصنف ابن ابی شیبہ[4] کی **عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان با للیل بعشرین رکعة ویوتر بثلاث ویقنت قبل الرکوع .** روایت ہے ابی البختری سے، تحقیق وہ رمضان میں پانچ

---

[1] کبیری صفحہ ۳۸۸ [2] تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۸ [3] غایۃ التنقیح صفحہ ۲۶ [4] ایضا اسمہ سعید بن فیروز تابعی ثقۃ ثبت

ترویحات میں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

تنبیہ

بیس رکعات تراویح کے ثبوت میں احادیث و آثار مذکورہ کے علاوہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم اکثر بیس رکعات تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں اور حضرت عمرؓ، حضرت علی اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی منقول ہے کہ وہ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔عبارت ترمذی یہ ہے **واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدیٰ واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینه والعمل علی هذا عندهم بالمدینةواکثر اهل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وعلیٰ آله وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی ادرکت ببلدنا مکةیصلون عشرین رکعة.انتهی .**

ترجمہ ۔اختلاف کیا علماء نے قیام رمضان (تراویح) میں بعض مع وتر کے اکتالیس رکعات پڑھتے ہیں اور یہ قول مدینہ والوں کا ہے اسی پر ان کا عمل ہے اور اکثر علماء موافق اس روایت کے جو حضرت علی وحضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے بیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں اور یہی قول سفیان ثوری، ابن المبارک اور شافعی کا ہے کہا امام شافعی نے: پایا میں نے اپنے شہر مکہ میں کہ

بیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں۔اور ایسا ہی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ وزادت الصحابة ومن بعد هم فى قيام رمضان ثلاثةاشياء الاجتماع له فى مساجد هم وذلك لانه يفيد التيسير على خاصتهم وعامتهم واداء ه فى اول الليل مع القول بان صلوة آخر الليل مشهودة وهى افضل كما نبه عمر رضى الله عنه لهذا التيسير الذى اشرناالیه وعددعشرين ركعة وذلك انهم رأوا النبى صلى الله عليه وسلم شرع للمحسنين احدىٰ عشرةركعة فى جميع السنة فحكموا انه لا ينبغى ان يكون حظ المسلم فى رمضان عند قصده الا قتحام فى لجة التشبه با لملكوت اقل من ضعفها. ترجمہ۔اورزیادہ کیا صحابہ اور تابعین نے قیام رمضان میں تین چیزیں۔ایک مسجدوں میں جمع ہونا اور یہ اس واسطے کیا تاکہ خاص وعام سب پرآسانی ہوجائے۔دوسری یہ کہ اول رات میں ادا کرنا باوجود اس اشارہ کیا کہ نماز آخر شب میں مشہود بالخیر اور افضل ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جتلا دیا اور یہ بھی بسبب اسی آسانی کے ہے جس کا ہم نے اشارہ کیا۔ تیسری بیس رکعت پڑھنا اور یہ اسواسطے کیا کہ دیکھا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ حکم دیا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محسنین کے واسطے تمام سال میں گیارہ گیارہ رکعت ادا کرنے کا۔پس صحابہ نے حکم دیا کہ جو مسلمان رمضان شریف میں مجاہدہ کا ارادہ کرکے فرشتوں سے مشابہت پیدا کرنا چاہے، تعداد رکعات اس کے واسطے دو چند سے تو کم نہ ہوں۔انتہی۔

اب بعد ثبوت مواظبت خلفائے راشدین وصحابہ سید المرسلین صلواۃ اللہ وسلامہ

علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ہمارا مدعا ثابت ہوگیا لیکن منکرین بیس رکعات تراویح کا ہنوز ایک اعتراض باقی ہے، وہ یہ ہے کہ احادیث دیگر جن سے زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی میں گیارہ رکعات تراویح کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے، وہ احادیث مذکورۂ بالا کے معارض ہیں۔ چنانچہ سائب بن یزید سے مؤطا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں وہ روایتیں موجود ہیں۔مؤطا کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔عن السائب بن یزید قال امر عمر بن الخطاب رضی الله عنه ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقومالناس باحد ی عشر رکعة. روایت ہے سائب بن یزید سے کہا حکم دیا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو کہ گیارہ رکعات تراویح لوگوں کو پڑھاویں۔جواب اس کا یہ ہے کہ گیارہ رکعت تراویح کا حکم ابتدائے زمانۂ خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ میں تھا مگر آخر زمانہ میں بیس رکعات تراویح کا پڑھنا باتفاق صحابہ قرار پایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اور زمانہ تابعین میں بیس رکعات تراویح پر ہی عمل رہا۔ جیسا کہ احادیث مذکورہ اور ترمذی شریف وغیرہ سے معلوم ہوا۔اور اس تعارض کی بابت شرح مشکوۃ میں بیہقی سے نقل کیا ہے۔ وفی شرح المشکوة لعلی القاری قال البیهقی روایة احدی عشرةموافقة لروایةعائشةرضی الله عنها فی عددقیامه صلی الله علیه وسلم فی رمضان وغیر ہ وکان عمر رضی الله عنه امر بهذا العدد زمانا ثم کانوا یقومون علی عهده بعشرین رکعةوکانوا یقرؤون با لمئین وکا نوایتوکأون علی العصی.ترجمه : کہا بیہقی نے گیارہ رکعات تراویح کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے موافق ہے جو حضرت نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے قیام شب کے باب میں ہے خواہ رمضان میں ہو خواہ غیر رمضان میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ تک انہیں گیارہ رکعات تراویح کا حکم دیا تھا پھر زمانۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور ایک سو آیت ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور لاٹھیوں پر سہارا پکڑتے تھے۔ انتہی۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سے مولانا سید محمد علی نے غایۃ التنقیح میں نقل کیا ہے۔ **وجمع البیھقی بینھما بانھم کانوا یقومون باحدیٰ عشرۃ رکعات ثم بعشرین واوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع** . ترجمہ۔ اور جمع کیا بیہقی نے درمیان ان دونوں روایتوں کے اس طور پر کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے تھے پھر بیس رکعت اور تین وتر شروع کردی اور تحقیق شمار کیا ہے علماء نے اس کو (بیس رکعات تراویح کو) مانند اجماع کے اور ایسا ہی محلی شرح مؤطا میں بیہقی سے نقل کیا ہے۔

اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر[1] میں بیس رکعات کی روایت مؤطا اور بیہقی سے نقل کر کے لکھا ہے **قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح وفی المؤطا روایۃ باحدیٰ عشرۃ رکعۃ وجمع البیھقی بینھما بانہ وقع اوّلا ثم استقر الامر علی عشرین رکعۃ فانہ المتوارث.** کہا امام نووی نے خلاصہ میں اسناد اس حدیث بیس رکعات تراویح کی صحیح ہے۔ اور مؤطا میں گیارہ رکعت کی روایت ہے۔ اور جمع کیا بیہقی نے دونوں میں اس طرح کہ گیارہ اول پڑھیں پھر بیس رکعات کا

---

[1] فتح القدیر صفحہ ۲۰۵ [2] ہر چند صاحب ترمذی اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بطورِ اسناد و روایت نقل نہیں کیا مگر جن الفاظ سے اس عمل بیس رکعات تراویح کو اکثر صحابہ کی طرف منسوب کیا، علی ہذا تابعین کا عمل بتلایا تو یہ عمل روایۃ بمنزلہ خبر مستفیض کے ہوگیا، والامر سہل عند من سوا اہل

پڑھنا قرار پایا اور یہی چلا آتا ہے غرض ۲؎ روایتاً اور درایتاً صحابہ خصوصًا خلفائے راشدین یعنی آخر زمانہ خلیفہ دوم سے ثبوت بیس رکعات تراویح میں کسی محدث نے شک نہیں کیا، سوائے آثار واحادیث کے۔ عبارت ترمذی شریف و حجۃ اللہ البالغہ سے پورا پورا ثبوت اس کا ہوگیا۔ البتہ گیارہ رکعات تراویح کی نسبت جو ابتدائے زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں پڑھی گئیں، ابن عبد البر شرح مؤطا میں فرماتے ہیں کہ یہ وہم ہے یعنی گیارہ رکعات تراویح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں۔ کما فی الزرقانی وقال ابن عبدالبر فی شرح الموطا روی غیر مالک فی هذاالحديث احدوعشرون وهو الصحيح ولا اعلم احدا قال فيه احدى عشرة الا مالكا ويتحمّل ان يكون ذلک اوّلا ثم خفف عنهم طول القيام ونقلهم الى احدى وعشرين ركعة الا ان الا غلب عندى ان قوله احدى عشرة وهم. کہا ابن عبدالبر نے شرح موطا میں مالک کے سوا اوروں نے اس حدیث میں اکیس رکعتیں روایت کی ہیں اور میں نہیں جانتا مالک کے سوا کسی کو جس نے گیارہ رکعت روایت کی ہو (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) اور ہوسکتا ہے گیارہ رکعت اول ہوں پھر واسطے تخفیف قیام کے اکیس کردی ہوں مگر غالب میرے نزدیک گیارہ رکعات کی روایت وہم ہے۔

فصل دوم

سنت خلفائے راشدین کو ضروری العمل جاننے کے بیان میں

ہر چند لزوم اتباع صحابہ خصوصا ثبوت اقتداء وخلفائے راشدین میں احادیث متعددہ وارد ہیں مگر بنظر اختصار ہم اس جگہ دو مرفوع حدیثیں نقل کرتے ہیں جنکی صحت

اسناد میں مخالفین کے پاس کوئی موقع جرح اور طعن کا نہیں ہے

حدیث اول[ا] عن العرباض بن سارية قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بينة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يارسول الله كان هذه موعظة مودع فاوصنا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان كان عبدًا حبشيا فانه من يعش منكم بعدى فسيرىٰ اختلافا كثيرًا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسّكوا بها وعضوًا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة رواه احمد، وابو داؤد، والترمذی،وابن ماجه، الا انهما لم يذكرا الصلوة. **ترجمہ:** روایت ہے عرباض بن ساریہ سے کہا نماز پڑھائی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز۔ پھر چہرہ مبارک ہماری طرف کیا پھر نصیحت کی ہم کو پوری نصیحت۔ بہنے لگیں اس سے آنکھیں اور ڈر گئے دل، پس عرض کیا ایک شخص نے یارسول اللہ! گویا یہ نصیحت رخصت کرنے والے کی ہے پس ہم کو وصیت کیجئے فرمایا وصیت کرتا ہوں تمکو ساتھ تقوی اللہ کے اور مسلمانوں کے سردار کا حکم بجالانیکے۔ اگر چہ حبشی غلام ہو۔ پس جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ لازم پکڑو میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین مہدیین کے طریقہ کو بھروسہ کرو اس پر اور مضبوط پکڑے رہو دانتوں سے اس کو۔ اور بچو نئی باتوں سے پس تحقیق جو نئی بات ہے وہ بدعت ہے اور ہر

[ا] مشکوۃ شریف صفحہ۲۲

بدعت گمراہی ہے ۔روایت کیا اس حدیث کو احمد، ابو داؤد، وترمذی، ابن ماجہ، نے مگر ترمذی، ابن ماجہ نے نماز کا ذکر نہیں کیا۔انتہی ۔واضح ہو یہ حدیث زمانہ وفات کے قریب کی ہے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکام کی اطاعت کا حکم فرمایا۔اس کے بعد دین میں اختلاف پڑنے کی پیشین گوئی فرما کر اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم پکڑنے کا حکم دیا۔دونوں سنتوں کو یکساں جتلا کر پھر بدعات سے بچنے کا ارشاد کیا۔اور جیسا کہ **علیکم بسنتی** میں کلمہ **علیکم** اپنے معنی حقیقی وجوب پر محمول ہے ویسا ہی **وسنة الخلفاء الرشدين** . میں وجوب سنت خلفائے راشدین مراد ہے۔اور معنی مجازی لینے کا کوئی قرینہ نہیں ۔ دوسرے ایک ہی کلمہ میں اجتماع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آئیگا اور وہ ناجائز ہے۔منکرین بیس رکعات تراویح کو جب اس حدیث کی اسناد پر کوئی موقع جرح کرنے کا نہیں ملا تب اس کے معنے میں تاویلات لایعنی کرنی شروع کردیں۔

اول یہ کہ لفظ **سنتی** و **سنة الخلفاء** دونوں جگہ معرفہ ہیں اور قاعدہ مقررۂ علم اصول ہے کہ جب معرفہ لوٹایا جائے تو دوسرا معرفہ بعینہ پہلا ہوتا ہے جس سے مطلب یہ نکلا کہ التزام سنت خلفائے راشدین سے وہی سنت مراد ہوئی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہو۔نہ تنہا خلفائے راشدین کی سنت ہو۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں معرفہ مکرر ہی نہیں ہوا جو مکرر ہوا یعنے لفظ سنت وہ معرفہ نہیں۔اور جو معرفہ ہے یعنے کلمہ **سنتی** و **سنة الخلفاء** وہ مکرر نہیں۔ہاں دو دفعہ سنتی سنتی آجاتا **سنة الخلفاء سنة الخلفاء** ہوتا تب مکرر کہا جاتا۔ورنہ چاہئے **ابنائنا**

و ابنائکم و نسا ئنا و نسا ئکم میں باوجود تغایر مضاف الیہ دونوں جگہ ابناء ونساء متکلم اور مخاطب کے ایک ہوں۔ لاحول و لا قوۃ الا با للہ [1] مرحبا ان حضرات کی سمجھ پر۔ خوب علم اصول کو سمجھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عینیت دونوں معرفوں میں جب ہوتی ہے کہ مابین دونوں کے حرف عطف نہ ہو جیسا **فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا** میں بوجہ اعادہ معرفہ ایک عسر اور اس کے مقابلہ میں دو یسر مراد ہیں۔ بخلاف مانحن فیہ کے کہ یہاں **سنتی و سنتۃ الخلفاء** میں واو عاطفہ موجود ہے جو تغایر پر دلالت کرتا ہے۔

دوسری تاویل یہ کرتے ہیں کہ لفظ سنت مضاف ہے طرف جمع معرف باللام کے اور جمع معرف باللام استغراق کے واسطے موضوع ہے۔ تب معنے یہ ہونگے کہ سنت جمیع خلفاء [2] کی لازم پکڑو اور تراویح تمام خلفائے راشدین کی سنت نہیں کیونکہ بالاتفاق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت ہی پڑھی ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ جمع معرف باللام مفید استغراق بیشک ہے۔ مگر استغراق کی دو قسمیں ہیں۔ استغراق افرادی۔ استغراق مجموعی۔ اور یہاں قسم اول مراد ہے یعنی

---

[1] اگر کسی کو یہ شبہ گزرے کہ آیت کلام مجید **نعبد الھک و الہ آبائک** میں لفظ الہ باوجود تغایر مضاف الیہ کے پھر ایک مراد ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ کلمہ الٰہ دوسری مرتبہ اس وجہ سے لوٹانا پڑا کہ ضمیر مجرور پر بدون اعادۂ جار کی عطف لازم نہ آجائے اور یہ درست نہیں غرض یہاں تکریر معرفہ مقصود نہیں چنانچہ عبارت تفسیر مدارک یہی ہے **اعید ذکر الالٰہ لئلا یعطف علی الضمیر المجرور بدون اعادۃ الجارّ** صفحہ ۴۸) [2] یہ تاویل سخت مردود ہے کیونکہ اس کا مال یہ ہونا ہے کہ جس امر کو کل خلفاء نے اپنی حیات میں کیا ہو تو وہ عمل بعد ممات کل خلفاء کے لائق اتباع ہوگا۔ کیونکہ اگر ایک خلیفہ بھی زندہ ہو تب بھی وہ عمل سنت باقیہ بموجب اس تاویل کے نہیں ہوسکتا۔ یہ سبب قائم ہونے اس احتمال کے کہ شاید یہ خلیفہ آخر عمر میں اسکو ترک کردے اور نیز اس حدیث پر عمل کرنا بموجب تاویل مذکور قبل زمانۂ خلافت حضرت علی غیر ممکن ہے۔ ۱۲

التزام سنت خلفائے راشدین بطور استغراق خلفائے راشدین کے ہر ہر فرد کو شامل ہے، ہر ایک کی سنت کا التزام مساوی ہے۔ یہ معنی اس کے نہیں کہ جس ایک فعل کو مجموع من حیث المجموع نے کیا ہو وہی مراد ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین.

یہاں کلمہ **المحسنین** جمع معرف باللام اور لفظ اجر کا مضاف الیہ ہے۔ اگر استغراق مجموعی مراد ہو تب یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مجموعہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کریگا اور اگر مجموع محسنین نہوں مثلا ایک ہو تو ضائع کر دے گا۔ حالانکہ یہ امر عقل و نقل کے خلاف ہے بلکہ یہ حکم عدم اضاعۃ اجر محسنین بطور استغراق افرادی ہر ہر فرد محسن کو شامل ہے جیسا سب کا عمل ضائع نہیں کرے گا ویسا ہی ایک کا ضائع نہیں کرے گا اور یہی اس عبارت توضیح کا مطلب ہے[1] **ومنها ای من الفاظ العام الجمع المعرف باللام اذا لم یکن معهودا لان المعرف لیس هو الماهیة فی الجمع ولا بعض الافراد لعدم الاولویة فتعین الکل۔** یعنی جمع معرف باللام الفاظ عام سے ہے جب کہ لام عہد خارجی نہو کیونکہ تعریف میں نفس ماہیت مقصود نہیں ہوتی اور نہ بعض افراد بوجہ عدم اولویۃ کے۔ اس واسطے کل افراد مراد ہونگے منکرین بیس رکعات تراویح اس عبارت کا یہ مطلب سمجھے کہ کل افراد سے کل مجموعی مراد ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ کل افرادی۔ کیونکہ اس کے بعد کی عبارت یہ ہے۔

ولتمسکهم بقوله علیه الصلوة والسلام الائمة من قریش ۔ یعنی

---

[1] مطبع احمدی صفحہ ۵۳

صحابہ نے لفظ الائمۃ سے جو جمع معرف باللام ہے اس امر کا استدلال کیا کہ سب خلیفہ قریش ہی سے ہونگے لام استغراق مراد لیا اور سب نے تسلیم کیا۔ اب ہم منکرین بیس رکعات تراویح سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر الائـمۃ میں استغراق مجموعی مراد ہو تب یہ معنی ہوں گے کہ کم سے کم تین امام ایک وقت میں قریش کے مقرر ہوں اور لغویت اس امر کی ظاہر ہے۔ بلکہ استغراق افرادی مراد ہے یعنی قوم قریش کا ہر ایک امام جس میں شرائط آخر موجود ہوں وہ مقرر ہوسکتا ہے۔ اور دوسرے قوم کا امام مقرر نہیں ہوسکتا۔ منکرین بیس رکعات تراویح نے استغراق افرادی اور شمول علی السبیل البدلیۃ میں فرق نہیں سمجھا، اسی واسطے دھوکا کھایا شمول علی السبیل البدلیۃ میں ایک وقت ایک ہی فرد کو حکم ثابت ہوتا ہے دو کو ثابت نہیں ہوتا جیسے **من یـاتیـنـی اولا فلـه درهم** میں۔ اور استغراق افرادی میں ایک ہی وقت میں ایک کو اور دو کو دو سے زیادہ کو حکم ثابت ہوتا ہے۔ **فبینـهما بُون بعید وفرق مزید** اور ایسا ہی **لاتدرکه الابصار** میں استغراق افرادی مراد ہے یعنی عدم ادراک فرداً فرداً ہر ایک بصر کی صفت ہے نہ یہ کہ عدم ادراک صفت مجموع من حیث المجموع ابصار کی ہو اور غیر مجموع مثلاً ایک یا دو کو ادراک ہوسکے۔

تیسری تاویل یہ کرتے ہیں کہ مسنون ہونے کے واسطے مواظبت کا ہونا شرط ہے اور خلفائے راشدین سے بیس رکعات پر مواظبت ثابت نہیں ہوتی۔

جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ جب احادیث مؤطا و بیہقی و ابن ابی شیبہ و عبارت ترمذی شریف سے بیس رکعات تراویح کا شروع ہونا زمانۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بدستور باقی رہنا ثابت ہو چکا تو اب ثبوت

مواظبت خلفائے راشدین میں کیا شک باقی رہا۔خاص کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قاری کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔اس پر یہ احتمال پیدا کرنا کہ اوروں کو حکم دیا اور خود عمل نہ کیا بڑی بدظنی اور بے ادبی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مواظبت دوقسم ہے ۔ایک مواظبت فعلیہ : جیسے سنن رواتب فرائض خمسہ کے اول آخر ہیں۔دوسری مواظبت تشریعیہ : جیسے اذان کہ خود حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی روایت صحاح ستہ اور مؤطا و دارمی وطحاوی وغیرہ معتبر کتب احادیث میں موجود نہیں جس سے خود حضرت نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اذان دینا ثابت ہوتا ہو۔البتہ اذان اسی واسطے سنت مؤکدہ ہے اس کا نام مواظبت تشریعی ہے اسی طرح مختلف احادیث مذکورۂ بالا سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیس رکعات کے واسطے امر فرمانا ثابت ہے۔لہذا مواظبت تشریعی ہوئی۔

حدیث دوم **عن حذیفۃ**[1] **قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی لاادری مابقائی فیکم فا قتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر رواہ الترمذی.** روایت ہے حذیفہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نہیں جانتا کب تک زندہ رہوں پس پیروی کرو میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ میں بھی انہیں الفاظ کے قریب مروی ہے۔اس حدیث میں صریح اقتداء اور پیروی شیخین رضی اللہ عنہما کا شارع علیہ السلام نے حکم دیا ہے۔اس حدیث کے الفاظ اورمعانی میں منکرین سنت خلفائے راشدین کو ان اعتراضات اورتاویلات کی گنجایش بھی نہیں جو پہلی حدیث میں نکالی تھیں اور جن کے جوابات دیئے

---

[1] مشکوۃ شریف صفحہ ۲۵۲

گئے۔

ہاں! ایک خدشہ ظاہر کر بیٹھتے ہیں ۔وہ یہ کہ خلفائے راشدین کو بذات خود منصب تشریع تحلیل یا تحریم یا سنت یا واجب کرنے کا نہیں پھر ان کا طریقہ کس طرح مثل سنت شارع علیہ السلام مستند اور واجب الالتزام ہوگا۔

جواب اسکا یہ ہے کہ فی الواقع خلفائے راشدین کو منصب تشریع حلال وحرام کا حاصل نہیں اور نہ خود ان میں سے کسی نے یہ حکم دیا ہے کہ میری سنت کی پیروی کرو بلکہ حضرت شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی سنت کے التزام کا حکم دیا۔

لہذا تشریع التزام سنت خلفائے راشدین منجانب شارع علیہ السلام ہوئی ۔ان کی سنت پر عمل کرنا شارع علیہ السلام کا حکم بجالانا ہے اور ان کی سنت کو نہ ماننا حکم شارع علیہ السلام کا نہ ماننا ہے۔دوسرے یہ اعتراض وہی شخص کرے گا جسکو خلفائے راشدین کی نسبت یہ بدظنی ہو کہ وہ احکام شریعت بلا سند شارع اپنی طرف سے دیتے تھے۔اور یہ امر شعبۂ رفض ہے اعاذنااللہ من ذلک . ہرگز ہرگز یہ امر نہیں۔ بلکہ خلفائے راشدین نے جو سنت جاری کی اور جس عمل پر مواظبت فرمائی یقیناً وہ سنت نبوی سے صراحۃً یا دلالۃً ثابت ہوا۔ یا بطور قاعدہ اجتہاد خلفائے راشدین نے کسی اصل شرعی سے اسکا استنباط کیا۔مسئلہ مانحن فیہ یعنی بیس رکعات تراویح میں اگر حدیث ابن عباس کو بھی نہ لیا جائے جس سے شارع علیہ السلام کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے۔ایک عمدہ اصل کثرت رکعات کے واسطے موجود ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :**علیکم بکثرت السجود** . زیادہ نوافل پڑھو۔دوسری جگہ فرمایا **الصلوۃ خیر موضوع فمن شاء فلیقلل ومن شاء فلیستکثر** . نماز نفل سراسر نیکی ہے جسکا دل چاہے کم

کرے اور جسکا دل چاہے بڑھاوے ۔ جب شارع علیہ السلام نے نماز نوافل میں بڑھانے کی اجازت دی خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ نے آٹھ سے بیس تک بڑھا کر اس پر عمل کیا اور کسی صحابی سے ان بیس رکعات کے پڑھنے پر کسی کتاب حدیث میں انکار منقول نہیں ہوا۔ پھر زمانہ تابعین اور تبع تابعین میں حسب اتباع صحابہ بیس رکعات ہی پر عمل رہا۔ تو اب بیس مسنون ہونے میں کیا شک باقی رہا۔

اگر منکریں بیس رکعات تراویح یہ اعتراض کریں کہ استحسان کثرت رکعات کی اجازت اس صورت میں ہے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے کسی عمل میں تحدید رکعات نہ ہوگئی ہو۔ اور یہاں نوافل شب میں گیارہ رکعتیں محدود ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دعویٰ بے دلیل ہے جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات سے ہرگز تحدید گیارہ رکعات نماز شب کی ثابت نہیں ہوتی ۔ بلکہ صحیح مسلم[1] وابوداؤد و مؤطا امام مالک و جامع الاصول کی روایت جس کے راوی زید بن خالد جہنی ہیں اس سے تیرہ رکعتیں ثابت ہیں ۔خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح مسلم، صحیح بخاری[2] میں تیرہ رکعات نماز شب کی روایت موجود ہے۔ الفاظ اسکے یہ ہیں **عن عائشة قالت كان رسو ل الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل ثلث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس لا يجلس الا فى آخرها متفق عليه.** روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات ادا فرماتے تھے۔ پانچ وتر پڑھتے نہ بیٹھتے مگر آخر میں۔ چونکہ نماز شب

---

[1] مشکوۃ شریف ۹۲ [2] مشکوۃ شریف ۱۰۳

میں احادیث مختلفہ وارد ہوئیں علماء کوان کی تطبیق میں مشکل پیش آئی۔

بعض نے یہ کہا کہ روایات حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اوقات متعددہ اوراحوال مختلفہ پر محمول ہیں۔

چنانچہ امام قرطبی سے منقول ہے: والصواب ان کل شئی ذکرته من ذالک محمول علی اوقات متعددةواحوال مختلفة بحسب النشاط وبیان الجواز ذکره فی فتح الباری۔

اوربعض نے یہ کہا کہ گیارہ رکعات کی روایت اغلب اوقات پرمحمول ہے۔اور اس سے زیادہ کی روایت اتفاقیہ حالت پر مبنی ہے۔غرض تحدید گیارہ رکعات نماز شب ثابت نہیں ہوسکتی۔اورعاملین آٹھ رکعات تراویح کے پاس کوئی ایسی حدیث دست آویز نہیں جوان کے مدعا کوثابت کرتی ہو۔حدیث گیارہ رکعات پراگروہ عمل کرنا چاہیں توان کوتین وتر کا قائل ہونا پڑے گا۔حالانکہ وہ ایک رکعت وتر کے عامل ہیں۔فاعتبروا یااولی الابصار۔

خاتمہ دیگر تحقیق انیق متعلق مسئلہ تراویح میں

پہلی فصل میں بیس رکعات تراویح پر خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین کے عمل کرنے اورمواظبت فرمانے کا ثبوت روایۃً اوردرایۃً دیا گیاہے جس سے یہ امریقیناً واضح ہوگیا کہ بیس رکعات تراویح کا پڑھنا خلفائے راشدین اورصحابہ کی سنت ہے۔اورکسی محقق محدث نے بیس رکعات تراویح کی

۳ تحفۃ الاخیار صفحہ ۲۹

سنت صحابہ ہونے میں شک نہیں کیا۔ ہاں اس امر میں اختلاف ہے کہ خود حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں یا نہیں۔

اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پانچ حدیث کی کتابوں میں ایک روایت موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ خود حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں۔ الفاظ اس حدیث[1] کے یہ ہیں۔ **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر.** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں جماعت کے بغیر بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے اور ابن ابی شیبہ نے مگر اس میں لفظ بغیر جماعت کا نہیں ہے۔ اور روایت کیا اس حدیث کو بغوی نے معجم میں اور عبد حمید نے اپنی مسند میں۔ اور طبرانی نے اپنی حدیث کی کتاب میں مگر ان سب روایتوں میں ما بین الاسناد ابراہیم بن عثمان واقع ہوتا ہے اور وہ بالاتفاق متکلم فیہ اور مجروح ہے۔ اس واسطے یہ سب روایتیں ضعیف ہیں لیکن واضح ہو کسی محدث نے اس حدیث کو موضوع نہیں کہا۔ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اس کے موافق عمل کرنے کو مانع نہیں خاص کر جب عمل صحابہ سے اس حدیث کی تائید ہوگئی ہو۔ غرض روایۃً بیشک یہ حدیث ضعیف ہے لیکن درایۃً بوجہ مواظبت صحابہ خصوصاً خلفائے راشدین اس کو پوری قوت ہے۔ فتح المنان[2] میں ہے۔ **فالظاہر انہ ثبت عندھم صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ کما جاء فی حدیث ابن عباس فاختارہ**

---

[1] تحفۃ الاخیار ۱۹ [2] تحفۃ الاخیار صفحہ ۲۸

عمر رضی اللہ عنہ . ترجمہ ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کے نزدیک حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت تھا جیسا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں آیا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار کیا۔اب اس مقام پر ایک بڑا شبہ وارد ہوتا ہے کہ حدیث ابن عباس کے مقابلہ میں جو بالاتفاق ضعیف ہے، دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو بالاتفاق صحیح ہے معارض واقع ہوئی ہے، الفاظ اس کے یہ ہیں [1] کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ یصلی اربعاً ثم یصلی اربعاًثم یوتر بثلاث. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، پہلے چار پڑھتے پھر چار پڑھتے پھر تین وتر ادا فرماتے [2]۔ جواب اس کا ارکان اربعہ میں محدث شیخ عبدالحق دہلوی نے تو یہ دیا ہے کہ فی الواقع حدیث ابن عباس اور حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باہم معارض ہی نہیں ۔حضرت نے اپنے علم کے موافق خبر دی اور ہوسکتا ہے یہ بیس رکعتیں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوں جسکی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ ہوئی ہو۔اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا ہو اور صحابہ کا بیس رکعات پر مداومت کرنا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحت کا قرینہ ہے عبارت، ارکان اربعہ کی یہ ہے [3] قال الشیخ عبد الحق قالوا اسنادہ ضعیف یعارضہ حدیث ام المؤمنین والظاہر انہ لا معارضۃ لان ام المؤمنین انما اخبرت بما علمت ولعل رسول اللہ

---

[1] تحفۃ الاخیار [2] تحفۃ الاخیار ۱۲ [3] فتوی بیس تراویح، صفحہ ۶ مطبع نظامی

صلی اللہ علیہ وسلم صلی عشرین رکعۃفی بیت ام المؤمنین میمونۃوشاھد ذلک ابن عباس ومواظبۃالصحابۃ علی عشرین قرینۃصحت ذلک الروایۃ . اورخاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے رفع تعارض میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس سے گیارہ رکعت نماز شب ثابت ہوتی ہے۔اسکو قیام رمضان سے تعلق ہی نہیں یہ حدیث نماز تہجد کے متعلق ہے۔اسی واسطے کتب احادیث میں باب قیام رمضان کو جدا لکھتے ہیں اور باب قیام اللیل کو علیحدہ عبارت شاہ صاحب بجنسہ نقل کی جاتی ہے۔پس وجہ تطبیق این روایات کہ دلادت برزیادت کمی وکیفی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در رمضان بر غیر آن میکند ودران روایت کہ نفی زیادت میکندانیست کہ آن روایت محمول بر نماز تہجدست کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بودو غالباً عددش بقدر یازدہ رکعت مع الوتر میرسید۔

دلیل برین حمل آنست کہ راوی این حدیث ابوسلمہ درتتمہ این روایت میگوید۔

قالت عائشۃ فقلت یا رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر قال یاعائشۃ ان عینی تنامان ولاینام قلبی کذارواہ البخاری ۔وظاہراست کہ نوم قبل از وتر درنماز تہجد متصور یشود نہ درغیر آن ۔وروایات زیادت محمول برنماز تراویح ست کہ درعرف آن وقت بقیام رمضان مسمی بود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحق آن فرمودہ است من قام رمضان ایماناً واحتساباًغفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ . ولہذا درکتب حدیث باب قیام رمضان راجدا گانہ ازباب قیام اللیل کہ عبارت ازتہجدست منعقد کردہ اند۔ بالجملہ ازاحادیث مذکورہ والفاظ مسطورہ یعنی مزید جد

واجتہاد واحیائے لیلہ وشد میرو (؟) ترغیب قیام رمضان این قدر معلوم شد کہ عدد رکعات صلوۃ در لیل رمضان نسبت غیر رمضان بسیار بود ودر مصنف ابن ابی شیبہ وسنن بیہقی بر روایت ابن عباس وارد شدہ کہ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعة عشرین رکعةوالوتر اما بیہقی ایں روایت را تضعیف کردہ بعلت آنکہ راوی ایں حدیث ابو شیبہ جد ابی بکر بن ابی شیبہ است حالانکہ ابو شیبہ آنقدر ضعف ندارد کہ روایت او مطروح کردہ شود۔ آرے اگر معارض او حدیث صحیح می بود التبہ ساقط میشود۔ وقد سبق ان مایتوهم معارضًا له اعنی حدیث ابی سلمة عن عائشة المقدم ذکره لیس معارضًا بالحقیقة فیبقی سالماً کیف وقد تأید بفعل الصحابة کما روی البیهقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهدعمربن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعةو روی مالک فی المؤطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بثلاث وعشرین وفی روایة باحدی عشرة . وبیہقی درین ہر دو روایت جمع نمودہ است باین طریق کہ اول صحابہ کرام عدد یازدہ را کہ عدد مشہور تہجد آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود درین نماز ہم اختیار کردہ بودند لعلةالمشترکة بینهماوهو ان کلاهماصلوة اللیل وچون نزد ایشان ثابت شد کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریں ماہ دریں قیام زیادت می کردند وصحابہ ہم زیادت می کردند وبعشرین می رسانیدند من بعد عدد بست وسہ را اختیار کردند وبرین عدد اجماع شد۔ واختیار صحابہ کرام امرے را کہ دراں مداخلت عقل نباشد محمول بر تعلم قولی یا فعلی از آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم باشد کما تقرر فی اصول الحدیث۔ انتہی کلامہ الشریف۔